ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)

Vol.7. No.4 2024

اجتہادی افکار و قانون کی تشکیل میں دینی سیاسی جماعتوں کا کردار پاکستانی تناظر میں

The Role of Religious Political Parties in the Formation of Ijtihadist thought and Law in the Pakistani Context

ڈاکٹر عبد الغفار

ڈائریکٹر سیرت رحمۃ للعالمین ﷺ چیئر، اسسٹنٹ پروفیسر، صدر شعبہ علومِ اسلامیہ، یونیورسٹی آف اوکاڑہ، اوکاڑ

عطاالرحمن

پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علومِ اسلامیہ، یونیورسٹی آف اوکاڑہ، اوکاڑ

Abstract:

In the Pakistani context, the role of religious parties has not been limited to constitutional requirements but has also been important in maintaining Islamic identity at the social and political levels. These parties have expressed their views on issues of educational curriculum, women's rights, protection of minorities, and social justice. However, these parties have always faced various challenges, such as diverse sectarian ideologies, political divisions, and the need to create harmony with modern democratic requirements. The involvement of religious parties in politics, on the one hand, has attempted to bring constitutional and legal development closer to Islamic values, while on the other hand, they have also been criticized for sometimes prioritizing their ideological goals by putting other political and social issues on the back burner. In today's era, an analysis of the role of religious parties is also important in the context of how they create a balance between modernity and traditional Islamic principles, and maintain a strong position for themselves in the diverse social structure of Pakistan. The struggle of these parties has enriched the constitutional history of Pakistan with profound effects not only religiously but also politically. Since Pakistan is an Islamic ideological state and its existence has been established in the name of Islam, it is necessary to examine the role played by religious political parties in the formation of the constitution and law from the inception of the state, and to make it possible to formulate a modern constitution and legislation in the light of the ideas and suggestions of such thinkers and critics.

Keywords: Pakistani; constitutional ; Religious; Curriculum; Ideologies

پاکستانی تناظر میں دینی جماعتوں کا کردار محض آئینی تقاضوں تک محدود نہیں رہا بلکہ سماجی اور سیاسی سطح پر اسلامی تشخص کو برقرار رکھنے میں بھی اہم رہا ہے۔ ان جماعتوں نے تعلیمی نصاب، خواتین کے حقوق، اقلیتوں کے تحفظ، اور معاشرتی عدل کے مسائل پر اپنی رائے کا بھرپور اظہار کیا۔ تاہم، ان جماعتوں کو ہمیشہ مختلف چیلنجز کا سامنا رہا، جیسے کہ متنوع فرقہ وارانہ نظریات، سیاسی تقسیم، اور جدید جمہوری تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگی پیدا کرنے کی ضرورت۔ دینی جماعتوں کی سیاست میں شمولیت نے ایک طرف آئینی اور قانونی ترقی کو اسلامی اقدار کے قریب لانے کی کوشش کی، تو دوسری طرف ان پر تنقید بھی ہوئی کہ یہ جماعتیں بعض اوقات دیگر سیاسی اور سماجی مسائل کو پسِ پشت ڈال کر اپنے نظریاتی مقاصد کو ترجیح دیتی ہیں۔

آج کے دور میں، دینی جماعتوں کے کردار کا تجزیہ اس تناظر میں بھی اہم ہے کہ وہ کیسے جدیدیت اور روایتی اسلامی اصولوں کے درمیان توازن پیدا کرتی ہیں، اور پاکستان کے متنوع معاشرتی ڈھانچے میں اپنے لیے ایک مضبوط مقام برقرار رکھتی ہیں۔ ان جماعتوں کی جدوجہد نے پاکستانی آئینی تاریخ کو نہ صرف مذہبی بلکہ سیاسی طور پر بھی گہرے اثرات سے مالا مال کیا ہے۔

تحقیق کا بنیادی سوال

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)
Vol.7. No.4 2024

پاکستان چونکہ اسلامی نظریاتی ریاست ہے اور اسلام کے نام پر اس کا وجود قائم کیا گیا ہے اس لیے ضروری ہے کہ اغاز قیام ریاست سے لے کر ائین اور قانون کی تشکیل میں دینی سیاسی جماعتوں نے جو کہ کردار ادا کیا ہے اس کا جائزہ لیا جائے اور ایسے ارباب حل و نقد کی اراو تجاویز کی روشنی میں ائین و قانون سازی کی تشکیل جدید ممکن ہو سکے۔

آئین سازی، معنی و مفہوم

آئین سازی (آئین بنانا) وہ نظام ہے جس میں کس ملک یا مخصوص خطے کے لیے نئے قوانین بنائے جاتے ہیں۔ قوانین مختلف طریقوں سے بنائے جاسکتے ہیں مثلاً ملک کے قوانین قومی اسمبلی میں بنائے جاتے ہیں، صوبے یا خطے کے قوانین صوبائی اسمبلی یا آئین ساز اسمبلی میں بنائے جاتے ہیں، گھر کے قوانین گھر کے بڑے بناتے ہیں۔ مولانا زاہد الراشدی آئین سازی کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ایک ملک کے شہری کچھ بنیادی اصولوں اور اخلاقیات پر اتفاق کر لیں تاکہ ان کے مطابق ان کے ملک کا سیاسی، مالیاتی، انتظامی، عدالتی اور معاشرتی نظم چلایا جاسکے۔ ان اصولوں کی روشنی میں حکومت چلانے کے لیے جو اصول و ضوابط طے پاتے ہیں وہ دستور کہلاتے ہیں اور دستور کے عملی اطلاق و تنفیذ کے لیے جو قوانین و ضوابط تشکیل دیے جاتے ہیں انہیں آئین سازی کے دائرے میں شمار کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اسلامی جمہوریہ پاکستان میں 'قرار دادِ مقاصد'' کو'' معاہدۂ عمرانی'' کی حیثیت حاصل ہے جس کی بنیاد پر دستورِ پاکستان ترتیب پایا ہے۔ اور دستور کی روشنی میں قومی اور صوبائی اسمبلیاں اس پر عملدرآمد کے لیے آئین سازی کرتی ہیں۔"[1]

آئین سازی کا بنیادی مقصد

جب سے قومی ریاستوں کا دور چلا ہے تب سے کسی بھی ریاست کے لیے دستور سازی اور آئین سازی ایک ناگزیر امر کی حیثیت اختیار کر چکی ہے اور ریاست کے شہریوں کے درمیان معاشرت کے بنیادی اصولوں پر اتفاق رائے کے اظہار کے لیے آئین سازی اس کے لیے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ ڈاکٹر طاہر القادری نے اجتماعی، نظم کے لیے کسی ضابطے، آئین سازی کی احتیاج پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنی کتاب "سیرۃ الرسول ﷺ کی آئینی و دستوری اہمیت" میں لکھتے ہیں:

"زندگی انفرادی ہو یا اجتماعی، نظم کے لئے کسی ضابطے، آئین اور آئین کی محتاج ہے انسان نے روز اول سے جوں جوں تہذیب و تمدن کی طرف بڑھنا شروع کیا اس کی زندگی میں قوانین و ضوابط کا عمل دخل بھی بڑھتا گیا۔ اجتماعی سطح پر معاشرے کو منظم کرنے کے لئے کبھی تو طاقت کا سارا لیا گیا اور کبھی معاشرے کو قوانین و ضوابط کے بندھن میں باندھنے کی کوشش ہوئیں۔ ایتھیز اور سپارٹا کی قدیم ریاستیں ہمارے سامنے یہی منظر پیش کرتی ہیں پوری انسانی تاریخ میں یہ اعزاز اسلام کو حاصل ہے کہ اس نے شعور انسانی کو ایک واضح دستور کے تصور سے آشنا کیا کہ ریاست کو ایک ایسے دستور و آئین کے تحت چلایا جائے جو نہ صرف ریاست کے تمام اعضائے ترکیبی کے افعال و وظائف کی تشریح کرے بلکہ ریاست کے جملہ طبقات کے حقوق و فرائض کا تحفظ و تعین بھی کرے۔"[2]

پروفیسر خورشید احمد آئین سازی کے مقصد کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"آئین سازی میں یہ مقصد طے کرنا ہوتا ہے کہ آئندہ سے ریاست کس طور پر چلائی جائے گی اور یہ کہ حکومت کے مقابلے شہری کے کس قسم کے حقوق ہوں گے ہمارے آئین کے مطابق ریاست جمہوری طریقے سے چلائی جائے گی یعنی ریاست ویسے چلائی جائے گی جیسے کہ زیادہ تر پاکستانی اسے چلانا چاہتے ہیں اور زیادہ پاکستانی کیا چاہتے ہیں یہ عام انتخاب کے ذریعے معلوم کیا جائے گا۔ ہمارا آئین یہ بھی کہتا ہے کہ عوام کے اختیارات عوام کی طرف سے پارلیمان استعمال کرے گی اور نظام حکومت وفاقی ہو گا۔"[3]

مذہبی سیاسی جماعتوں کے متفقہ ۲۲ دستوری نکات ۱۹۵۱ء

اسلامی تعلیمات کا یہ تقاضا ہے کہ مسلمان اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی قرآن و سنت کے مطابق گزاریں اور پاکستان اسی لیے بنایا گیا تھا کہ یہ اسلام کا قلعہ اور تجربہ گاہ بنے۔ لہٰذا ۱۹۴۹ء میں قرارداد مقاصد اور ۱۹۵۱ء میں سارے دینی مکاتب فکر کے معتمد علیہ ۳۱ علماء کرام نے عصر حاضر میں ریاست

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)
Vol.7. No.4 2024

وحکومت کے اسلامی کردار کے حوالے سے جو ۲۲ نکات تیار کیے تھے ان نکات نے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کو ٹھوس بنیادیں فراہم کیں۔ اور ان کی روشنی میں پاکستان کو ایک اسلامی ریاست بنانے کے حوالے سے کئی دستوری انتظامات بھی کر دیے گئے لیکن ان میں سے اکثر زینت قرطاس بنے ہوئے ہیں اور ان پر کوئی عملدرآمد نہیں ہو سکا۔ لہذا ایک اجتماع بتاریخ ۱۲، ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ مطابق ۲۱، ۲۲، ۲۳ اور ۲۴ جنوری ۱۹۵۱ء بصدارت مولانا سید سلیمان ندوی، کراچی میں منعقد ہوا۔ اس اجتماع میں اسلامی دستور کے مندرجہ ذیل بنیادی اصول بالاتفاق طے ہوئے۔

1. اصل حاکم تشریعی وتکوینی حیثیت سے اللہ رب العالمین ہے۔
2. ملک کا آئین کتاب وسنت پر مبنی ہو گا اور کتاب وسنت کے خلاف کوئی آئین نہ بنایا جاسکے گا، نہ کوئی ایسا انتظامی حکم دیا جاسکے گا
3. (تشریحی نوٹ): اگر ملک میں پہلے سے کچھ ایسے قوانین جاری ہوں جو کتاب وسنت کے خلاف ہوں تو اس کی تصریح بھی ضروری ہے کہ وہ بتدریج ایک معینہ مدت کے اندر منسوخ یا شریعت کے مطابق تبدیل کر دیے جائیں گے۔
4. مملکت کسی جغرافیائی، نسلی، لسانی یا کسی اور تصور پر نہیں بلکہ ان اصول ومقاصد پر مبنی ہو گی جن کی اساس اسلام کا پیش کیا ہو اضابطہ حیات ہے۔
5. اسلامی مملکت کا یہ فرض ہو گا کہ قرآن وسنت کے بتائے ہوئے معروفات کو قائم کرے، منکرات کو مٹائے اور شعائر اسلامی کے احیاواعلا اور مسلمہ اسلامی فرقوں کے لیے ان کے اپنے مذہب کے مطابق ضروری اسلامی تعلیم کا انتظام کرے۔
6. اسلامی مملکت کا یہ فرض ہو گا کہ وہ مسلمانان عالم کے رشتہ اتحاد واخوت کو قوی سے قوی تر کرنے اور ریاست کے مسلم باشندوں کے درمیان عصبیت جاہلیہ کی بنیادوں پر نسلی ولسانی، علاقائی یا دیگر مادی امتیازات کے ابھرنے کی راہیں مسدود کر کے ملت اسلامیہ کی وحدت کے تحفظ واستحکام کا انتظام کرے۔
7. مملکت بلا امتیاز مذہب ونسل وغیرہ تمام ایسے لوگوں کی لابدی انسانی ضروریات یعنی غذا، لباس، مسکن، معالجہ اور تعلیم کی کفیل ہو گی جو اکتساب رزق کے قابل نہ ہوں یا نہ رہے ہوں یا عارضی طور پر بے روزگاری، بیماری یا دوسرے وجوہ سے فی الحال سعی اکتساب پر قادر نہ ہوں۔

باشندگان ملک کو وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو شریعت اسلامیہ نے ان کو عطا کیے ہیں، یعنی حدود آئین کے اندر تحفظ جان ومال وآبرو، آزادئ مذہب ومسلک، آزادئ عبادت، آزادئ ذات، آزادئ اظہار رائے، آزادئ نقل وحرکت، آزادئ اجتماع، آزادئ اکتساب رزق، ترقی کے مواقع میں یکسانی اور رفاہی ادارات سے استفادہ کا حق۔

8. مذکورہ بالا حقوق میں سے کسی شہری کا کوئی حق اسلامی آئین کی سند جواز کے بغیر کسی وقت سلب نہ کیا جائے گا اور کسی جرم کے الزام میں کسی کو بغیر فراہمی موقع صفائی وفیصلہ عدالت کوئی سزا نہ دی جائے گی۔
9. مسلّمہ اسلامی فرقوں کو حدود آئین کے اندر پوری مذہبی آزادی حاصل ہو گی۔ انھیں اپنے پیروؤں کو اپنے مذہب کی تعلیم دینے کا حق حاصل ہو گا۔ وہ اپنے خیالات کی آزادی کے ساتھ اشاعت کر سکیں گے۔ ان کے شخصی معاملات کے فیصلے ان کے اپنے فقہی مذہب کے مطابق ہوں گے اور ایسا انتظام کرنا مناسب ہو گا کہ انھی کے قاضی یہ فیصلہ کریں۔
10. غیر مسلم باشندگان مملکت کو حدود آئین کے اندر مذہب وعبادت، تہذیب وثقافت اور مذہبی تعلیم کی پوری آزادی حاصل ہو گی اور انھیں اپنے شخصی معاملات کا فیصلہ اپنے مذہبی آئین یا رسم ورواج کے مطابق کرانے کا حق حاصل ہو گا۔
11. غیر مسلم باشندگان مملکت سے حدود شرعیہ کے اندر جو معاہدات کیے گئے ہوں، ان کی پابندی لازمی ہو گی اور جن حقوق شہری کا ذکر دفعہ نمبرے میں کیا گیا ہے، ان میں مسلم وغیر مسلم باشندگان ملک سب برابر کے شریک ہوں گے۔
12. رئیس مملکت کا مسلمان مرد ہونا ضروری ہے جس کے تدین، صلاحیت اور اصابت رائے پر جمہور اور ان کے منتخب نمائندوں کو اعتماد ہو۔
13. رئیس مملکت ہی نظم مملکت کا اصل ذمہ دار ہو گا، البتہ وہ اپنے اختیارات کا کوئی جزو کسی فرد یا جماعت کو تفویض کر سکتا ہے۔
14. رئیس مملکت کی حکومت مستبدانہ نہیں بلکہ شورائی ہو گی، یعنی وہ ارکان حکومت اور منتخب نمائندگان جمہور سے مشورہ لے کر اپنے فرائض انجام دے گا۔
15. رئیس مملکت کو یہ حق حاصل نہ ہو گا کہ وہ دستور کو کلاًیا جزواً معطل کر کے شوریٰ کے بغیر حکومت کرنے لگے۔
16. جو جماعت رئیس مملکت کے انتخاب کی مجاز ہو گی، وہی کثرت آرا سے اسے معزول کرنے کی بھی مجاز ہو گی۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)
Vol.7. No.4 2024

17. رئیس مملکت شہری حقوق میں عامۃ المسلمین کے برابر ہو گا اور آئینی مواخذہ سے بالاتر نہ ہو گا۔
18. ارکان وعمال حکومت اور عام شہریوں کے لیے ایک ہی آئین وضابطہ ہو گا اور دونوں پر عام عدالتیں ہی اس کو نافذ کریں گی۔
19. محکمہ عدلیہ، محکمہ انتظامیہ سے علیحدہ اور آزاد ہو گا تا کہ عدلیہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں ہیئت انتظامیہ سے اثرپذیر نہ ہو۔
20. ایسے افکار و نظریات کی تبلیغ واشاعت ممنوع ہو گی جو مملکت اسلامی کے اساسی اصول ومبادی کے انہدام کا باعث ہوں۔
21. ملک کے مختلف ولایات واقطاع مملکت واحدہ کے اجزاء انتظامی متصور ہوں گے۔ ان کی حیثیت نسلی، لسانی یا قبائلی واحدہ جات کی نہیں، محض انتظامی علاقوں کی ہو گی جنھیں انتظامی سہولتوں کے پیش نظر مرکز کی سیادت کے تابع انتظامی اختیارات سپرد کرنا جائز ہو گا، مگر انھیں مرکز سے علیحدگی کا حق حاصل نہ ہو گا۔
22. دستور کی کوئی ایسی تعبیر معتبر نہ ہو گی جو کتاب وسنت کے خلاف ہو۔

یہ قرارداد مقاصد پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی نے وزیر اعظم لیاقت علی خان شہید کی تجویز پر منظور کی تھی اور اس کے بعد سے یہ پاکستان کے ہر دستور کا حصہ چلی آ رہی ہے۔[4]

پاکستان میں آئین سازی کا آغاز، مذہبی سیاسی جماعتیں

۱۹۴۰ء تک اکثریتی مسلم صوبے ایک آزاد ریاست کے بارے میں واضح نہیں تھے اور نہ ہی یہ واضح ہوا تھا کہ بھارت کی آزادی اور تقسیم کس نوعیت کی ہو گی۔ برطانوی حکومت کا ذہن بھی ابھی پوری طرح واضح نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قرارداد میں ایک سے زیادہ آزاد مسلم ریاستوں کی گنجائش رکھی گئی۔ ۱۹۴۰ء کی قرارداد پریس میں شائع ہوئی تو اس پر پورے بھارت میں تبصرے ہوئے، بیانات جاری ہوئے، کالم لکھے گئے۔ ۱۹۴۰ء کے بعد کرپس مشن، شملہ کانفرنس، ہندوستان چھوڑ دو تحریک اور کیبنٹ مشن پلان نے کانگریس اور مسلم لیگ کی پالیسیوں کو متاثر کیا۔ برطانوی ذہن کھل کر سامنے آیا۔ مسلمانوں نے محسوس کیا کہ اگر وہ دو آزاد ریاستوں میں تقسیم ہو گئے تو بھارت کی چالاکیوں کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے، لہٰذا چھ سال کے سیاسی سفر کے بعد مسلمانوں نے ایک متحدہ ملک پاکستان کی اپنی بقا اور آزادی کے لیے لازمی جانا۔ ۱۹۴۶ء میں ایک نئی اور حتمی قرارداد کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ ۷ اپریل ۱۹۴۶ء کو دہلی میں مسلم لیگ سے تعلق رکھنے والے اراکین لیجسلیٹو اسمبلی کا تاریخی کنونشن منعقد ہوا صدارت قائداعظم محمد علی جناحؒ نے کی۔ اس موقع پر قائداعظمؒ نے فرمایا۔

"برصغیر کے مسلمان ایک ایسے عقیدے پر ایمان رکھتے ہیں جو ہر شعبہ زندگی خصوصاً تعلیمی، سماجی، معاشی اور سیاسی شعبوں کا احاطہ کرتا ہے اور جو محض رُسومات، روحانیت اور رواجوں پر مبنی نہیں ہے اور ہندو دھرم فلسفہ کے بالکل متضاد ہے۔ ہندوؤں کے ذات پات پر مبنی فلسفہ نے بھارت کے ۶ کروڑ انسانوں کو اُچھوت بنا کر رکھ دیا ہے۔ ہندو ذات پات کا نظام قومیت، مساوات، جمہوریت اور اسلام کے سنہری اُصولوں کے منافی ہے۔ مسلمان اکثریتی صوبوں میں بھی اپنے مفادات کا تحفظ نہیں کر سکیں گے کیونکہ مرکز میں ہندوؤں کی بالادستی ہو گی۔ اس لیے مسلمانوں کا مطالبہ یہ ہے کہ شمال مشرق میں بنگال اور آسام اور شمال مغرب میں پنجاب، سرحد، سندھ اور بلوچستان زونز پر مشتمل پاکستان کی آزاد اور خود مختار ریاست بنائے جائے۔ ہندوستان اور پاکستان کی اقلیتوں کے حقوق کا ۱۹۴۰ء کی قرارداد لاہور کی روشنی میں تحفظ کیا جائے"۔[5]

قیام پاکستان کے بعد پارلیمانی نظام یک ایوانی نظام کے تحت ہی قائم رہا، تا آں کہ ۱۹۷۲ء میں تمام پارلیمانی جماعتیں آئینی اصلاحات کے اس معاہدے پر پہنچیں جس میں دو ایوانی پارلیمنٹ کا اہتمام کیا گیا تھا۔ یعنی قومی اسمبلی اور سینٹ۔

۲۳ مارچ ۱۹۵۶ کو پاکستان کا پہلا آئین بنایا گیا جس میں مملکتِ پاکستان کو دنیا کا پہلا اسلامی جمہوری ملک قرار دیا گیا۔

۱۷ اپریل ۱۹۷۲ کو قومی اسمبلی نے وزیر آئین وپارلیمانی امور میاں محمد ولی قصوری کی سربراہی میں ۲۵ رکنی کمیٹی قائم کی جس کو یہ ذمہ داری جس کو یہ ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ یکم اگست ۱۹۷۲ تک آئین پاکستان کا مسودہ تیار کر کے قومی اسمبلی میں پیش کرے۔ آئین سازی میں دینی جماعتوں کے اراکین کی موجودگی کو لازمی قرار دیا گیا، لہٰذا اس کمیٹی میں دینی جماعتوں کے سربراہان میں سے جمعیت علمائے اسلام کے مولانا مفتی محمودؒ، جماعت اسلامی پاکستان کے

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)

Vol.7. No.4 2024

پروفیسر غفور احمدؒ اور جمعیت علمائے پاکستان کے مولانا شاہ احمد نورانیؒ، قرآن سنت کی بالا دستی کے حوالے سے شامل تھے۔ ان صاحبان کی کوششوں سے تیار کردہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے لیے آئینی بل ۲ فروری ۱۹۷۳ کو پیش کیا گیا تاکہ اس پر بحث و تمحیص کے بعد اتفاق رائے سے منظور کیا جاسکے۔[6] جس کے بعد ارکان اسمبلی کی موجودگی میں اس مسودے کو آئینی قرار دے دیا گیا۔

آئین سازی، اسلامی دفعات میں مذہبی سیاسی جماعتوں کا کردار

آئین سازی کے عمل میں طے کردہ اسلامی دفعات میں قرآن وسنت کا غلبہ و بالادستی پر کوشش کرنے میں جن عظیم جماعتوں کا کردار رہا ان دینی جماعتوں کے سربراہان میں سے جمعیت علمائے اسلام کے مولانا مفتی محمودؒ، جماعت اسلامی پاکستان کے پروفیسر غفور احمدؒ اور جمعیت علمائے پاکستان کے مولانا شاہ احمد نورانیؒ اور دیگر مذہبی سیاسی جماعتوں کے قائدین ساتھ تھے۔ اور انفرادی طور پر شاہ عبد العزیز دہلویؒ، شاہ اسماعیل شہیدؒ، سید احمد شہیدؒ، حاجی شریعت اللہؒ، تیتو میر شہیدؒ، حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، فقیر ایپیؒ، حاجی صاحب ترنگ زئیؒ، مولانا عبید اللہ سندھیؒ اور پیر صاحب آف پگارا، مولانا داود غزنویؒ اور مولانا محمد اسماعیل سلفی شہیدؒ وغیرہ نفاذ اسلام کی جدوجہد میں شامل تھے۔ انہیں مذہبی جماعتوں کی کاوشوں سے پاکستان کی حکومت و آئین کی بنیادیں، حاکمیتِ اعلیٰ اللہ تعالیٰ کی ہے، حکمرانی کا حق عوام کے منتخب نمائندوں کو ہے، حکومت اور پارلیمنٹ اللہ تعالی اور اس کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے پابند ہیں۔ جیسے اصولوں پر قائم کی گئی۔ ان مذہبی جماعتوں کے نزدیک قرآن وسنت کی بالادستی سے ہٹ کر کسی نئے عمرانی معاہدہ کی تو اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

قیام پاکستان کا ابتدائی دور اگرچہ آج کی طرح کی منظم دستور سازی کا زمانہ نہیں تھا لیکن اگر ان جماعتوں کو دستور سازی کا کام سونپا گیا تو قرآن و سنت کے اصول وضوابط کی روشنی میں احکام شرعیہ کو عملی قوانین کی شکل دینا، نہ صرف ان پر عملدرآمد کا تقاضہ ہے بلکہ ان مذہبی سیاسی جماعتوں کی خدمات کا تسلسل بھی ہے جس کی افادیت و ضرورت سے کسی دور میں صرفِ نظر کرنا ممکن نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۹۷۳ کا آئین مرتب کرتے وقت مذہبی لوگ بہت زیادہ طاقت ور ہو گئے تو پیپلز پارٹی نے ان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے آئین کو ایک مکمل مذہبی شکل دی اور اپنے ووٹ بینک کو مضبوط کرنے کے لیے اس میں ترامیم کیں۔

مذہبی سیاسی جماعتوں نے پاکستان کی آئین سازی میں اسلامی دفعات کا تعین کر کے یہ بات بارآور کرانے کی کوشش کی ہے کہ اسلامی مملکت کے قیام اور حکومت کا مقصد، طاقت اور مال و دولت کا حصول نہیں ہے بلکہ ہدف صرف یہ ہے کہ اللہ کے دین کو اس جگہ پر کہ جہاں تھالو ٹا سکیں اور اقوام عالم کی اصلاح کر سکیں تاکہ مظلوم بندے امان میں رہیں اور جنہوں نے حدود کو ترک کر دیا ہے ان کو قائم کر سکیں۔

پاکستان بنیادی طور پر دارالسلام بھی ہے اور دارالمسلمین بھی۔ یہاں نہ صرف اہل اسلام کی اکثریت ہے بلکہ ملک کی فوجی اور دفاعی قوت بھی مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔ جہاں تک پاکستان میں قرآن وسنت پر مبنی قوانین کے نفاذ کا تعلق ہے تو یہ بات ذہن نشین رہے کہ پاکستان میں دستوری اور آئینی سطح پر نفاذِ اسلام کی پوری جدوجہد مختلف مراحل سے گزری ہے۔ قرار دادِ مقاصد سے لیکر دستورِ پاکستان ۱۹۷۳ء کی تکمیل تک ملک کی مذہبی سیاسی قیادت آئین دستور سازی کے مختلف مراحل میں شریک رہی ہے اور ان کے اتفاق اور جدوجہد سے ہی پاکستان نے دستوری اعتبار سے ایک اسلامی مملکت کا تشخص حاصل کیا ہے۔ یہی معاملہ عدالتی قوانین کا ہے۔ تاہم مذہبی سیاسی جماعتوں کی اب تک کی ساری جدوجہد کے باوجود دستور اور آئین میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو شریعت کے مکمل نفاذ کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہیں۔ لیکن اس سے ریاستِ پاکستان کے خلاف خروج کا شرعی جواز قطعاً ثابت نہیں ہوتا۔[7]

مذہبی سیاسی جماعتوں کا حالات حاضرہ پر موقف

ستمبر ۲۰۱۱ء کو "ملی مجلس شرعی پاکستان" کے پلیٹ فارم پر تمام مذہبی و سیاسی جماعتوں کے سرکردہ قائدین نے لاہور میں اکٹھے ہو کر نفاذ شریعت کے حوالہ سے دینی حلقوں کا متفقہ موقف دہرایا اور اس موقع پر ۲۲ نکاتی دستوری خاکے کی آج کے حالات کے تقاضوں کے مطابق تشریح و توضیح کی جسے ملی مجلس شرعی پاکستان کے نائب صدر مولانا زاہد الراشدی نے قومی پریس کے لیے جاری کیا۔ روزنامہ پاکستان لاہور نے ۸ و ۹ جنوری ۲۰۱۲ء کو یہ دستاویز شائع کی۔ ملی مجلس شرعی کی قراردادیں۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

قرارداد نمبر ا۔ اتحاد بین العلماء

ہم پاکستان کے مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے علماء اور دینی جماعتوں کے سربراہان اس امر کا اعلان اور اظہار کرتے ہیں کہ ہم سب ایک امت ہیں اور بھائی بھائی ہیں۔ ہم ایسے سب اقدامات کی تائید اور حمایت کرتے ہیں جن سے امت اور علماء میں اتحاد و اتفاق بڑھے۔ اور ایسے سب اقدامات اور عوامل سے لاتعلقی کا اظہار کرتے ہیں جن سے امت اور علماء میں انتشار و افتراق پیدا ہو اور خلفشار بڑھے۔[8]

قرارداد نمبر ۲۔ قومی خود مختاری کا تحفظ

ہم پاکستان کے تمام مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے علماء اور دینی جماعتوں کے سربراہان اس امر پر تشویش کا اظہار کرتے ہیں کہ پاکستان اس وقت بحرانی کیفیت میں ہے۔ یہاں کے عوام قتل و غارت گری، دہشت گردی اور مصائب و مشکلات کا شکار ہیں۔[9]

پاکستان کی آئین سازی میں مذہبی جماعتوں کے کردار کا تنقیدی جائزہ

اسلامی نظام کے نفاذ کی وکالت کرنے والوں کی توجہ ماڈرن ریاست کے آئین میں شریعہ کو ضم کرنے پر مرکوز ہے، خصوصاً آئین سازی اور آئینی ترامیم کے ذریعے۔ جس کے باعث ان کے اور مذہبی جماعتوں کے درمیان سیاسی میدان پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے ایک باقاعدہ کشمکش ہوتی چلی آرہی ہے۔ اسلام پسند مذہبی جماعتیں اور تحریکات اور علماء مل کر وحدانیت آئین کی سوچ کو پھیلانے پر عمل پیرا رہتے ہیں۔ جس کے لیے ان مذہبی جماعتوں کا سارا زور مرکزی حکومت پر ہوتا ہے۔ قیام پاکستان سے لے کر اب تک آئین ساز ادارے آئین سازی کرنے میں ہمیشہ سے ان مذہبی جماعتوں کے منشا پر عمل نہیں کرتے رہے ہیں۔ اس کے باوجود اسلامی مذہبی جماعتیں صرف اپنے مذہبی ایجنڈے کے اثر کو حکومتی عہدے داروں پر پھیلانے کے کام میں مشغول نظر آتی ہیں۔ یہاں تک کہ اصلاح پسند مسلم علماء اور اس کے سرگرم کارکنان شریعہ کے بارے میں اپنی سوچ کو تعمیری صلاحیتوں کو عوامی سطح پر استعمال کرنے کی بجائے حکومتی عہدے داروں تک توجہ کو محدود کر دیتے ہیں۔ لہذا مذہبی سیاسی جماعتوں کی محنت ہو رہی ہے تو بہت ہی محدود پیمانے پر، جن کا ٹارگٹ صرف حکومتی ادارے ہی ہیں۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی نظام کا نفاذ صرف طاقت کے زور پر ہی ممکن ہے، جبکہ یہ تصوراتی طور پر حضور ﷺ کی بنائی ہوئی اسلامی ریاست سے مختلف ہے۔ ہم جانتے ہیں جناب رسول اکرم ﷺ تو اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مکہ مکرمہ کے قریشیوں کے بے پناہ مظالم سے تنگ آکر پناہ لینے کے لیے یثرب کی طرف آئے تھے، یہ آتے ہی ریاست و حکومت کی صورت کیسے بن گئی؟ آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری سے قبل اس علاقہ میں ریاست و حکومت کے قیام کے لیے رائے عامہ کی ہمواری اور ہوم ورک کا عمل مکمل ہو چکا تھا جسے آپ ﷺ نے نہ صرف سنبھال لیا بلکہ فوری طور پر آگے بڑھا کر ایک باقاعدہ ریاست و حکومت کی تشکیل مکمل فرمادی۔ البتہ اس میں دو فرق واضح طور پر رونما ہوئے۔ ایک یہ کہ حکمرانی کے لیے عبد اللہ بن ابی کی تاج پوشی کی بجائے جناب رسول اللہؐ کو متفقہ طور پر حاکم اعلیٰ تسلیم کر لیا گیا۔ دوسرا یہ کہ اس ریاست و حکومت کی اساس محض سماجی تقاضے اور علاقائی ضرورت پر نہیں بلکہ نظریہ و عقیدہ پر قائم کی گئی جسے انصار مدینہ کے دونوں قبائل بنو خزرج اور بنو اوس کے باقاعدہ نمائندوں کے ساتھ بیعت عقبہ اولیٰ اور بیعت عقبہ ثانیہ کی صورت میں تاریخ نے اپنے ریکارڈ میں ہمیشہ کے لیے محفوظ کر لیا۔

مذہبی سیاسی جماعتوں میں کوئی ایسا پلیٹ فارم موجود نہیں جو سب کی پسندیدگی کی بنیاد پر آئین سازی کرے۔ اسلامی شرعی نظام کی سمجھ بوجھ کے حصول کے لیے فقہ کے تمام امتیازات کو برابر طور پر درست تصور کیا جائے ان میں یہ ممکن نہیں، یہ جماعتیں عقائد کے اعتبار سے ایک دوسرے کے متصادم ہوتی نظر آتی ہیں۔ جیسے جیسے پاکستانی نظام شرعی قوانین کے نفاذ کے جانب بڑھتا ہے اس کے نفاذ کے آگے مختلف نظریات کی حامل مذہبی جماعتیں اپنے اپنے عقائد کی روشنی میں آئین کے نفاذ کی متمنی نظر آتی ہیں۔ ہر ایک شریعہ کے لیے اپنا منفرد راستہ فراہم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مختصر ایہ کہ ہر ایک مذہبی جماعت کے لیے خدا کا بنایا ہوا ایک آئین موجود ہے اور اس آئین کو پاکستان پر لاگو کرنے کے لئے خدا کا آئین بنا کر پیش کرنے کے درپے ہیں۔ لہذا پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کی ٹھوس حقیقت یہ ہے کہ ان مذہبی جماعتوں کا یک سنگی مجموعہ آئین نہیں ہے بلکہ خدا کے آئین کی درست نمائندگی کرنے والے فقہ کے مختلف مکاتب فکر کے مختلف افکار کا مجموعہ ہے۔

جاوید احمد غامدی کے مطابق

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)
Vol.7. No.4 2024

''اللہ تعالیٰ کا نظام قدرت میں یہ طے ہو چکا ہے کہ اگر علما اپنا فرض پورا کریں گیں تو انھی سرمایہ داروں میں سے حضرت عثمان نکلیں گے، جن لوگوں کے اندر سیاست کا ذوق ہے، وہ کرتے رہیں سیاست۔ آپ قوم کے دل و دماغ کو بدلیں، لوگوں کو educate کریں۔ پیغمبروں نے یہ کام کیا ہے، اس سے تبدیلی آتی ہے۔ تبدیلی صرف اور صرف تعلیم سے آتی ہے۔ آپ بتادیں کیا کوئی تبدیلی کوئی انقلاب تعلیم کے بغیر آیا ہے۔ مغربی ممالک میں تبدیلی ۱۰۰ فی صد تعلیم کی بنیاد پر آئی ہے۔ آپ سر سید کا سفر نامہ پڑھیں، غالباً ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا تھا، انھوں نے انگریز معاشرے کا کیا نقشہ کھینچا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ انگلستان کے دور دراز دیہاتوں میں بھی اعلیٰ قسم کی لائبریریاں موجود تھیں، ہر آدمی کتاب پڑھ رہا تھا۔ آج بھی یورپ میں کوئی علمی کتاب اگر چھپے تو لاکھوں کی تعداد میں چھپتی ہے۔ ہمارے ہاں آپ خود دیکھ لیں۔ زیادہ سے زیادہ ایک ہزار؟ وہ بھی اگر بک جائے تو غنیمت میرے خیال میں ہمارے زوال کی حقیقی وجہ یہ ہے۔ یہ ایسے ہی ہے کہ ہم ۲۱ دن انڈوں پر تو نہ بیٹھیں، لیکن چاہیں کہ بچے نکل آئیں۔ قدرت کا آئین یہی ہے۔ تعلیم کے بغیر تبدیلی ناممکن ہے۔''

مزید یہ کہ

"ریاست کے علما، دانش ور اور دوسرے لوگ جب اس سمت میں کام کر رہے ہوں گے تو ریاست کو بھی کہیں گے کہ وہ اس میں شریک ہو، کیونکہ یہ حلیف یا حریف بننے کا کام نہیں ہے۔ اس مقصد کے لیے تو آپ اپنے جاگیر داروں کو توجہ دلائیں گے، سرمایہ کاروں کے پاس جائیں گے اور ریاست سے بھی یہی بات کہیں گے۔"[10]

گویا قوموں کے عروج وزوال اور انعام وعقوبت کا فیصلہ اللہ کے اختیار میں ہے۔ اس کا انعام قوم کے کردار اور صفات پر مبنی ہوتا ہے۔ جب تک کوئی قوم اللہ تعالیٰ کے مقررہ کردار کی حامل اور مطلوبہ صفات سے متصف رہتی ہے تو وہ انعامات کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں، بصورت دیگر وہ اس کے لیے زوال اور بربادی مقدر کر دیتے ہیں۔

نفاذ اسلام کی تحریکوں اور سیاسی مذہبی جماعتوں کی صورت حال پر تنقیدی جائزہ پیش کرتے ہوئے مولانا زاہد الراشدی لکھتے ہیں:

"مسلم ممالک میں نفاذِ اسلام کی تحریکوں کو ایک عرصے سے اس صورت حال کا سامنا ہے کہ جو تحریکیں عسکری انداز میں ہتھیار اٹھا کر نفاذِ شریعت کا پروگرام رکھتی ہیں، انہیں نہ صرف اپنے ملک کی فوجی قوت کا سامنا ہے بلکہ عالمی سطح پر انہیں دہشت گرد قرار دے کر ان کے خلاف کردار کشی کی مہم چلائی جاتی ہے اور ایک طرح سے پوری دنیا ان کے خلاف یک آواز ہو جاتی ہے، جبکہ دوسری طرف وہ تحریکیں ہیں جو سیاسی انداز میں نفاذِ اسلام کے مقصد کی طرف آگے بڑھتی ہیں، جمہوری راستہ اختیار کرتی ہیں، رائے عامہ اور ووٹ کو ذریعہ بناتی ہیں اور عدمِ تشدد کے اصول پر پُر امن سیاسی جدوجہد کرتی ہیں۔ ان کی عوامی، سیاسی اور جمہوری جدوجہد کے نتائج کو مسترد کر دیا جاتا ہے اور مقتدر قوتیں مختلف حیلوں سے ان کے مقابل آکر ان کا راستہ روک دیتی ہیں۔ ایک عرصے سے یہ کھیل جاری ہے جس کی وجہ سے سیاسی اور جمہوری عمل پر سے اعتماد اٹھتا جا رہا ہے اور ان حلقوں کو تقویت مل رہی ہے جو نفاذ اسلام کے لیے سیاسی اور جمہوری جدوجہد کو کارِ لاحاصل سمجھتے ہیں اور عسکری جدوجہد کو نفاذ شریعت کا واحد جائز طریق کار قرار دے کر اس کے لیے مسلسل محنت بلکہ پیش رفت کر رہے ہیں۔"[11]

ڈاکٹر محمد امین مذہبی سیاسی جماعتوں کے کردار پر یوں تبصرہ کرتے ہیں:

"پاکستان میں صحیح دینی مقاصد کے حصول میں ناکامی کی ایک بڑی وجہ ہمارے ماحول پر چھایہ فرقہ واریت کا آسیب ہے بد قسمتی سے ہر فقہی و کلامی مسلک کے پیروکار اپنے مسلک و مشرب کو عین دین قرار دیتے ہیں اور اپنے سوا سب کو غلط اور گمراہ سمجھتے ہیں بلکہ بعض تو تکفیر سے بھی باز نہیں آتے اس اپروچ نے ہمارے ہاں فرقہ واریت تعصب اور تخریب کو فروغ دیا ہے۔"[12]

وہ مزید لکھتے ہیں کہ

"بلاشبہ سارے مرضوں سے بڑا مرض توحید کا عدم فہم، آخرت کی فکر نہ ہونا اور اللہ کے لیے مخلص نہ ہونا ہے دنیا کی بڑھتی ہوئی محبت مادہ پرستی اور حب جاہ و مال وغارت گری ایمان بھیڑیے ہیں۔ جس طرح معاشرہ دین سے دور ہو رہا ہے مادی اور مغربی کافرانہ اقدار معاشرے پر غالب ارہی ہے معاشرہ ٹوٹ کر بکھر رہا ہے لیکن ہماری دینی قوتیں ٹس سے مس ہونے کو تیار نہیں کوئی بھی اپنے منہج پر نظر ثانی کے لیے تیار نہیں سوشل اور الیکٹرانک میڈیا نے

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

اس اسلامی اقدار کا جنازہ نکال دیا ہر کوئی اپنی خاص دینی سرگرمی میں مصروف عمل ہے۔ بلا شبہ برصغیر کے علماء کرام اور دینی عناصر نے مسلم ہندوستان کو اندلس بننے سے بچایا ملک پر انگریزی تسلط اور مسلمانوں کو ہزیمت کے بعد علمائے کرام نے پیٹ پر پتھر باندھ کر بھوکے رہ کر دنیاوی وجاہت سے محروم ہو کر درختوں کے نیچے اور کچی جھونپڑیوں میں بیٹھ کر دین کا دیا روشن کیا پاکستان بننے کے بعد اس کو ترکی اور ترکستان بننے سے بچایا بلا شبہ اج پاکستان کے فرد، معاشرہ اور ریاست میں جتنا دین نظر اتا ہے اس کا کریڈٹ دینی عناصر کو جاتا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم اس تلخ حقیقت کا انکار کر دیں۔"[13]

ڈاکٹر محمد امین مذہبی سیاسی جماعتوں پر تبصرہ کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں

"اس میں کوئی شک نہیں کہ تحریک پاکستان کے رہنماؤں نے واشگاف الفاظ میں اس کا اعلان کیا تھا کہ پاکستان کو اسلام کی تجربہ گاہ بنائیں گے اس کا لازمی تقاضا تھا کہ وہ پاکستان میں فرد، معاشرہ اور ریاست کو اسلام کے مطابق چلانے کے لیے بھرپور جدوجہد کرتے لیکن اس سمت کوئی خاص کام نہ ہو سکا لہذا تجربہ و اصلاح و غلبہ دین کے لیے ہماری ساری امیدیں دینی قوتوں سے ہی وابستہ ہیں ویسے خامیوں اور کمزوریوں کی نشاندہی اور اسباب کا تعین بہت ضروری ہے جب تک ہم مغرب سے مرعوبیت اور مغربی بالادستی کے رد عمل پر مبنی فکر سے نجات حاصل نہیں کریں گے ہم اپنی اصلاح نہیں کر پائیں گے جب تک ہم اپنی اصلاح نہیں کر پائیں گے ہم موجودہ گرداب سے نہیں نکل سکیں گے۔ دین اسلام پر عمل کرنا در اصل ہر مسلمان کی انفرادی ذمہ داری ہے لیکن مسلم سیاسی قیادت ملک کے دینی، سیاسی، معاشرتی، تعلیمی اور تربیتی حالات کی بنیادی ذمہ دار ہے۔"[14]

انھوں نے مزید لکھا ہے کہ

"پاکستان میں دینی سیاسی جماعتیں نہ تو کسی سیاسی ہدف پر جمع ہو سکیں اور نہ ہی کسی دینی ہدف پر خود اپس میں مل کر متفق ہو کر جدوجہد کر سکیں یہاں تک کہ پاکستان میں نفاذ شریعت جیسے مسئلہ پر متفق اور متحد نہ ہو سکی اپنی سیاسی جماعتیں صرف اس وقت کامیاب ہو سکتی ہیں جب وہ بلا لحاظ مسلکی مخاطب کریں اور ان کو خاص ہدف پر مجتمع کریں۔"[15]

خلاصہ بحث و جائزہ

مندرجہ بالا بحث پر بنظر غور کرنے کے بعد ہمارے نزدیک مذہبی سیاسی جماعتوں کی ملک پاکستان کے دستور کو اسلامی دستور کی شکل دینے میں مذہبی سیاسی کارکنوں میں نفاذ اسلام کے متعلق مایوسی اور اس کے لیے رد عمل کے پیدا ہونے میں ہماری دینی قیادت کے اس طرز عمل کا کچھ کم حصہ نہیں ہے کہ ہم نے نفاذ اسلام کے لیے صرف پارلیمانی جدوجہد پر قناعت کرتے ہوئے پر اَمن عوامی جدوجہد کی اصل قوت (اسٹریٹ پاور اور تحریکی قوت) کو کام میں لانا ایک عرصہ سے چھوڑ رکھا ہے، جس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے کہ اس وقت نفاذ اسلام کی جدوجہد بہت محدود ہے یا پھر ایک حد تک پارلیمنٹ کے ایوانوں میں کبھی کبھار سنائی دیتی ہے، جبکہ ملک بھر میں اس مقصد کے لیے اسٹریٹ پاور کو متحرک کرنے کی کوئی صورت دکھائی نہیں دے رہی اور عوامی محاذ پر خاموشی کا راج ہے۔

ہمارے خیال میں ”تنگ آمد بجنگ آمد“ کا راستہ اختیار کرنے والوں کو یہ سمجھانا تو انتہائی ضروری ہے کہ نفاذ اسلام کے لیے ملک کے اندر ہتھیار اٹھانا کسی طرح بھی درست نہیں ہے اور پر اَمن عوامی جدوجہد ہی اس مشن کے لیے صحیح اور قابل عمل راستہ ہے۔ لیکن صرف یہ سمجھانا کافی نہیں ہے بلکہ ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے افراد کی جدوجہد ضروری ہے۔ اور مذہبی سیاسی جماعتوں کی قیادت کے لیے ضروری ہے کہ وہ وطن عزیز قیام پاکستان کے بنیادی مقاصد کو مد نظر رکھتے ہوئے مسلکی تعصب اور دیگر مفادات کو ترک کر کے نظریہ پاکستان کے مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے اپنا مثبت اور موثر کردار ادا کریں،

سفارشات

آئین و قانون کی تشکیل میں دینی سیاسی جماعتوں کا کردار پاکستانی تناظر میں اہمیت رکھتا ہے، کیونکہ یہ جماعتیں اسلامی تعلیمات اور اصولوں کو ملکی آئین و قوانین میں شامل کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ ان جماعتوں کا مقصد ایک ایسا معاشرتی اور سیاسی نظام تشکیل دینا ہے جو اسلامی تعلیمات کے مطابق ہو۔ پاکستانی تناظر میں آئین و قانون کی تشکیل میں دینی سیاسی جماعتوں کے کردار کو بہتر بنانے کے لیے درج ذیل سفارشات پیش کی جاتی ہیں

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

- دینی سیاسی جماعتوں کو آئین میں اسلامی اقدار اور اصولوں کی وضاحت کی طرف توجہ دینی چاہیے تاکہ اس بات کو یقینی بنایا جاسکے کہ قانون اسلامی اصولوں کے مطابق ہے۔
- دینی سیاسی جماعتوں کو اپنی سیاست میں بین المذہبی ہم آہنگی اور رواداری کو فروغ دینا چاہیے تاکہ معاشرتی امن قائم ہو اور مختلف مکاتب فکر کے درمیان تعاون کو بڑھایا جاسکے۔
- دینی جماعتوں کو تعلیمی نظام میں اصلاحات پر زور دینا چاہیے تاکہ اسلامی تعلیمات کے مطابق تعلیم فراہم کی جاسکے اور نوجوانوں کو اسلامی تاریخ اور نظریات سے آگاہ کیا جاسکے۔
- دینی سیاسی جماعتوں کو چاہئے کہ وہ صرف مذہبی گروپوں کے مفادات کو نہ دیکھیں بلکہ تمام طبقات، بشمول اقلیتی گروپوں، کے حقوق کو بھی آئین و قانون میں شامل کریں۔
- دینی جماعتوں کو آئین کے مختلف آرٹیکلز میں اسلامی شریعت کی بنیاد پر قانون سازی کی تجویز دینی چاہیے تاکہ پاکستانی معاشرہ اسلامی قانون کے مطابق چل سکے۔
- دینی جماعتیں معاشی انصاف کو بھی آئین و قانون میں اہمیت دیں تاکہ غریب و محروم طبقات کے حقوق کا تحفظ ہو اور معاشرتی مساوات کی کوشش کی جاسکے۔
- دینی جماعتوں کو اسلامی فلاحی ریاست کے قیام کے لیے جدوجہد جاری رکھنی چاہیے، جہاں لوگوں کو تعلیم، صحت اور دیگر بنیادی حقوق فراہم کیے جائیں۔
- قانونی اصلاحات اور آئین کی تشکیل میں دینی سیاسی جماعتوں کو اسلامی ججز اور علماء کی مشاورت حاصل کرنی چاہیے تاکہ اسلامی اصولوں کے مطابق بہتر قوانین مرتب کیے جاسکیں۔
- دینی جماعتوں کو سیاست میں اخلاقی اقدار کو اجاگر کرنا چاہیے تاکہ معاشرتی و سیاسی ماحول میں درندگی اور بدعنوانی کی جگہ دیانتداری اور عدلیہ کی آزادی کو بڑھایا جاسکے۔
- دینی جماعتوں کو عوامی سطح پر آئین و قانون کی اہمیت اور اس کے اسلامی پہلو پر آگاہی فراہم کرنی چاہیے تاکہ عوام آئینی و قانونی اصلاحات کو سمجھ سکیں اور ان میں اپنا کردار ادا کرسکیں۔
- دینی جماعتیں پاکستان کی بین الاقوامی پالیسی میں اسلامی اقدار کی بنیاد پر تعلقات استوار کرنے کی کوشش کریں تاکہ عالمی سطح پر پاکستان کی ساکھ مضبوط ہو۔ یہ سفارشات پاکستانی سیاست میں دینی جماعتوں کے کردار کو بہتر بنانے کے لیے ہیں، تاکہ ملک میں آئین و قانون کی تشکیل اسلامی اصولوں کی روشنی میں کی جاسکے اور معاشرتی انصاف کا قیام ممکن ہوسکے۔

حوالہ جات

---

1 زاہد الراشدی، مولانا، روزنامہ اسلام لاہور، مجلہ، ۱۳ دسمبر ۲۰۱۷، ص ۵

2 محمد طاہر القادری، ڈاکٹر، سیرۃ الرسول ﷺ کی آئینی و دستوری اہمیت، لاہور، منہاج القرآن پرنٹرز، ۲۰۰۸، ص ۱۵

3 خورشید احمد، پروفیسر، تحریک پاکستان سے تعمیر پاکستان تک، لاہور، ماہنامہ عالمی ترجمان القرآن، مئی، ۲۰۱۷ء، ص ۱۰

4 زاہد الراشدی، پاکستان میں نفاذ شریعت کی متفقہ دستاویزات، ماہنامہ ایوان اسلام، کراچی، مجلہ، ۱۱ اکتوبر، ۲۰۱۱، ص ۸

5 https://www.nawaiwaqt.com.pk/23-Mar-2020-مفتی-جلالی-اقبال-ظفر-محمد

6 February 2, 1973,p.23-24Assembly Debates, National Assembly of Pakistan (Constitution-Making) Friday,

7 اشرف علی تھانوی، حکیم الامت، اسلامی ریاست کی بنیادی خصوصیات، الاضواء، ۹، شمارہ، ۴(۳۰۰۲ء)۱۳

8 زاہد الراشدی، مولانا، پاکستان میں نفاذ شریعت کی متفقہ، ماہنامہ ایوان اسلام، کراچی، مجلہ، ۱۱۱ اکتوبر ۲۰۱۱ء، ص ۱۲

9 ماہنامہ ایوان اسلام، کراچی، اکتوبر ۲۰۱۱ء، ص ۱۲

10 جاوید احمد ،انٹر ویو قومی ڈائجسٹ www.al-mawrid.org/index.php/blog/view/javed-ahmad-ghamidi-interview-qomi-digest-two

11 زاہد الراشدی، مولانا، اسلامی تحریکوں کی کار کردگی، ماہنامہ الشریعہ، مجلہ، اگست، ۲۰۱۲، ص ۱۲

12 محمد امین، ڈاکٹر، پاکستان کی دینی قوتیں غیر موثر اور ناکام کیوں؟، مکتبہ البرہان لاہور، ۲۰۲۰ء، ص ۰۹

13 پاکستان کی دینی قوتیں غیر موثر اور ناکام کیوں؟، ص ۱۰

14 پاکستان کی دینی قوتیں غیر موثر اور ناکام کیوں؟، ص ۱۷

15 پاکستان کی دینی قوتیں غیر موثر اور ناکام کیوں؟، ص ۱۱۱